اجماعِ اُمّت

جناب شیخ الحدیث مولانا عبدالمالک صاحب

جنوبی افریقہ کی عدالت میں مرزائیوں کی طرف سے جو مقدمہ اس غرض کے لیے دائر ہے کہ ان کو مسلمان قرار دیا جائے اس میں دوسرے فریق یعنی صحیح العقیدہ مسلم علماء و مفکرین کی طرف سے جو دلائل دیئے گئے ہیں اُن میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ مرزائی (پیروانِ مرزا غلام احمد) اجماع امت کی رُو سے غیر مسلم ہیں۔ اس میں یہ دعویٰ خود بخود شامل ہے کہ اجماعِ امت ادلہ شرعیہ میں سے ایک دلیل ہے۔ چونکہ عدالت کی کارروائی کا کوئی دوسرا دور بھی ہو سکتا ہے، اس لیے عدالت میں پیش ہونے والے ایک صحیح الفکر مفکر نے اجماعِ اُمّت کی حقیقت دریافت کی ہے۔ جواباً ان کے لیے مولانا عبدالمالک صاحب نے ذیل کا مقالہ لکھا ہے۔ (ادارہ)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے زمانہ سے لے کر قیامت تک دُنیا بھر کے انسانوں کے لیے نبی اور رسول ہیں۔ آپ پر اور آپ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانا، اس کے مطابق زندگی بسر کرنا اور معاشرے سے تمام نظاموں کو اُکھاڑ پھینک کر ان کی جگہ حضورؐ کے لائے ہوئے نظام کو قائم کرنا ایمان والوں پر فرض ہے۔

٥ — حضورؐ نے اپنی ۶۳ سالہ زندگی کے ۲۳ سالوں میں انسانوں کو اس نظامِ اسلامی پر ایمان لانے کی دعوت دی اور ایمان کی بُنیاد پر ایک اُمت تشکیل دی جسے لے کر آپ نے دعوت و تبلیغ اور جہاد کے عظیم کام سرانجام دیئے اور ایک اسلامی ریاست قائم کر کے اس میں اللہ کے دین کو مکمل طور پر نافذ کر دیا۔

٥ — نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دُنیا سے رخصت ہو جانے سے بعد کے انسان اس بنا پر ایمان لانے سے معذور نہیں ہیں کہ اُن تک آپ بنفسِ نفیس دین لے کر نہیں پہنچے نہ ہی وہ شریعتِ اسلامیہ کے

واجب العمل ہونے کا اس بنیاد پر انکار کر سکتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور ہر لوگوں تک خود دین لے کر نہیں پہنچے تو پھر ان سے اس دنیا میں ایمان و عمل کا مطالبہ کیوں ہے اور آخرت میں ان سے اس کی باز پرس کیوں ہوگی؟ اس سوال کا جواب ہر وہ شخص جو دین کا تھوڑا سا علم بھی رکھتا ہے، یہ دے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جس دین کو لے کر آئے ہیں وہ محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا اور آپ کا قائم مقام خلیفہ یا خلفاء آپ ہی کی طرح اس کے مبلغ اور داعی اور علمبردار ہیں اور ان کا اس دین کو پیش کرنا اسی طرح ہے جس طرح خود آپ کا پیش کرنا اور ان کا پیش کرنا بھی اسی طرح اتمامِ حجت رکھتا ہے جس طرح آپ کا پیش کرنا۔ اس لیے وہ لوگ جنہوں نے آپ کا زمانہ نہیں پایا معذور نہیں سمجھے جائیں گے۔

یہ وہ حقائق ہیں جو اس دین کے مسلمات میں سے ہیں اور ان کا کوئی بھی شخص جو مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہے منکر نہیں ہے۔ ان سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قیامت تک ہر دور میں آپ کا کوئی نہ کوئی قائم مقام ہونا چاہیے جس کی بات دین میں حجت کی حیثیت رکھتی ہو تاکہ انسانوں پر اللہ کی طرف سے اتمامِ حجت ہو سکے۔ اس کے بعد مسئلہ یہ رہ جاتا ہے کہ آپ کا قائم مقام، خلیفہ اور نائب کون ہے؟ اس کا فیصلہ ہو جائے تو "اجماعِ امت" کے مسئلہ کی ساری گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔

جب ہم کتاب و سنت، نظر و فکر اور تاریخ اسلام کی روشنی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کے متعلق معلوم کرنا چاہتے ہیں تو یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ "وہ" امت مسلمہ اور اس کے ماہرین اہلِ علم ہیں۔ دین کا وہ حصہ جس کے لیے علمی گہرائی کی ضرورت نہیں اس میں پوری امتِ مسلمہ اور وہ حصہ جس کے لیے علمی گہرائی کی ضرورت ہے اس میں ماہرینِ شریعت آپ کے نائب ہیں اور ان دونوں حصوں میں آپ کے یہ نائبین انسانوں پر اسی طرح حجت ہیں جس طرح آپ خود حجت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وکذٰلک جعلنٰکم امۃ وسطاً لتکونوا شھداء علی الناس ویکون
الرسول علیکم شھیداً" (بقرہ۔۱۴۳)

(اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک امتِ وسط بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے

لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔)

ابو حیان اندلسی فرماتے ہیں:

حتج جمھور المعتزلۃ بھذہ الآیۃ علیٰ ان الاجماع حجۃ (البحر المحیط۔ ج ۱۔ ص ۴۲۱)

(ترجمہ) جمہور معتزلہ (تک) نے اس آیت سے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔

گواہ وہ ہوتا ہے جس کی بات پر نزاع کا فیصلہ ہوتا ہو۔ اِس آیت میں اُمتِ مسلمہ کو اُمت وسط قرار دے کر اس کی گواہی کو دُنیا بھر کے انسانوں پر حجت قرار دیا گیا کہ وہ اپنے نزاعات کا فیصلہ ان کی گواہی کی روشنی میں کریں۔ ان کی گواہی جسے حق اور سچ کہے وہ حق اور سچ ہے اور جسے جھوٹ اور ناحق کہے وہ جھوٹ اور ناحق ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا کہ یہ اپنی گواہی رسولؐ کی گواہی کی روشنی میں دیں گے۔ جس سے ان کے مرتبے کا تعیّن ہو جاتا ہے کہ ان کا مرتبہ کتاب وسنّت کے بعد ہے۔

"انھا الامۃ الوسط التی تشھد علی الناس جمیعاً فتقیم بینھم العدل والقسط وتضع لھم الموازین والقیم وتبدی فیھم رأیھا فیکون ھو الرای المعتمد........ وتقول ھٰذا حق وھٰذا باطل"

(فی ظلال القرآن ج ۳۔ ص ۱۷)

۵۔۔۔ گواہ کے لیے ایک تو یہ ضروری ہے کہ اُسے گواہی کا علم ہو اور دوسرا یہ کہ وہ عادل ہو یہ دونوں شرائط عقل اور نقل سے ثابت ہیں۔ "علم" کی شرط کا ذکر اس آیت میں الگ سے نہیں کیا گیا۔ اس لیے کہ لفظ "شہید" بمعنی گواہ سے، یہ شرط خود بخود معلوم ہو جاتی ہے۔ البتہ عدالت کا ذکر الگ سے کر دیا گیا، تاکہ یہ نکتہ سامنے آ جائے کہ اُمت کے افراد اگرچہ اپنی منفرد حیثیت میں معصوم نہیں ہیں، لیکن من حیث الجماعت معصوم اور عادل ہیں۔ اِن دو شرائط کی بنیاد پر اجماع کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔ ایک اجماعِ اُمت، دوسرا اجماع مجتہدین۔ جس چیز کی گواہی اُمت کا ہر فرد دے سکتا ہے اس کے لیے اجماعِ اُمت شرط ہے اور وہ اس وقت تک منعقد نہیں ہوتا جب تک اُمت کے تمام طبقات، عوام وخواص اس پر متفق نہ ہوں اور دوسرا اجماع مجتہدین ہے۔

یہ بھی دوسرے درجے میں اجماعِ اُمت ہی ہوتا ہے لیکن اوّلاً اجماع مجتہدین ہوتا ہے اور اس میں اس بات کی گنجائش ہوتی ہے کہ اس کے باوجود اجماع قرار پائے کہ عوام میں سے کچھ لوگ اس کے

قائل نہ ہوں۔ اور "اُمتِ وسط" کی شرط کی بنا پر ضروری ہے کہ وہ ایسے مجتہدین کا اجماع ہو جو عادل ہوں اور اُن میں سے کوئی خود "اجماع اُمت" کی خلاف ورزی کا ارتکاب کر کے فاسق نہ بن چکا ہو۔ اس اجماع کو اجماع قرار دیا جائے گا اگرچہ اس سے اس طرح کے فاسق مدعیِ اجتہاد خارج بھی ہوں۔

دوسری آیت "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ" (آل عمران۔ آیت ۱۱۰)

(اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم نیکی کا حکم دیتے ہو، بدی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔)

اس آیت میں دنیا بھر کے انسانوں کو ہدایت کی طرف بلانے اور اُن میں معروف کا حکم جاری کرنے اور منکر سے روکنے کی ذمہ داریاں اس اُمت پر ڈالی گئی ہیں اور پہلی آیت کی طرح اس آیت میں بھی اس کے "خیر اُمت" ہونے کا اعلان کر دیا گیا تاکہ کوئی یہ اعتراض نہ کر سکے کہ ہدایت تو اسی سے لی جا سکتی ہے جو خود ہدایت یافتہ ہو اس لیے فرمایا گیا کہ یہ اُمت ہدایت یافتہ ہے اور خیر امۃ ہے اس لیے اس سے ہدایت لینا ضروری ہے۔ اور ہدایت کے لیے اس کی طرف رجوع نہ کرنے میں کسی کے پاس کوئی عذر نہیں ہے۔

تیسری آیت "ومن یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدی ویتبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وساءت مصیرا" (النساء۔ آیت ۱۱۵)

(مگر جو شخص رسولؐ کی مخالفت پر کمربستہ ہو اور اہل ایمان کی روش کے سوا کسی اور روش پر چلے درآنحالیکہ اس پر راہِ راست واضح ہو چکی ہو تو ہم اس کو اسی طرف چلائیں گے جدھر وہ پھر گیا اور اسے جہنم میں جھونکیں گے جو بدترین جائے قرار ہے۔)

اس آیت میں رسولؐ کی مخالفت اور سبیل المومنین کی مخالفت پر الگ الگ جہنم میں داخلے کی وعید آئی ہے جس سے ثابت ہوا کہ سبیل المومنین (اجماعِ اُمت) کی مخالفت کا بھی وہی حکم ہے، جو مخالفتِ رسولؐ کا حکم ہے اور جس طرح سنتِ رسولؐ حجت ہے اسی طرح اجماعِ اُمت بھی حجت ہے۔

وھو دلیل علی ان الاجماع حجۃ لا تجوز مخالفتھا کما لا تجوز مخالفۃ

الکتاب والسنة - (کشاف ج ۱ - ص ۵۶۳)۔

والذی عول علیہ الشافعی فی الاحتجاج علی کون الاجماع حجۃ مخالفتہ ہٰذہ الایۃ (ابن کثیر - ج ۲ ص ۳۹۳)

اِس موضوع پر قرآن پاک کی اور بھی متعدد آیات روشنی ڈالتی ہیں۔ سرِدست ہم انہی پر اکتفا کرتے ہیں اور ان میں بیان کردہ ضروری نکات کی وضاحت کرتے ہیں۔

۱۔ اِن آیات سے اوّلاً یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ رسالت ونبوۃ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت پوری اُمتِ مسلمہ یا مجتہدینِ اُمت کو حاصل ہے۔ اس کے کسی خاص فرد کو نہیں اور آپ کے بعد انسانوں کے لیے مرجعِ ہدایت پوری اُمتِ مسلمہ ہے اس کا کوئی خاص فرد نہیں۔ اُمت کی یہ حیثیت تقاضا کرتی ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص نبوت ورسالت کے منصب پر فائز نہ ہو، ورنہ تو اُمت کی یہ حیثیت باقی نہ رہے گی اس لیے کہ ایسی صورت میں مرجع وہ شخص ہوگا جسے نبوت اور رسالت ملی ہوگی نہ کہ اُمتِ مسلمہ۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے انسانوں پر اتمامِ حجت تھے۔ اس لیے آپ اس بات سے معصوم تھے کہ دین میں کمی بیشی کرکے لوگوں تک پہنچائیں اور اسی لیے آپ کا فہمِ دین بھی حجت تھا۔ آپ کے بعد اتمامِ حجت آپ کی "نائبِ اُمت" کے ذریعہ ہونا ہے اس لیے وہ بھی اس بات سے معصوم ہے کہ دین میں کمی بیشی کرے اور اس کا فہمِ دین بھی حجت ہے، بدیہات میں عوام وخواص اور نظری مسائل میں مجتہدینِ امت کا "اجتماعی فہم" معصوم عن الخطاء ہے۔ علامہ علاؤ الدین عبدالعزیز فرماتے ہیں۔

"ان الروایات تظاھرت من الرسول صلی اللہ علیہ وسلم بعصمۃ ھذہ الامۃ عن الخطا" (کشف الاسرار - ج ۳ - ص ۲۵۸)

(روایات اس امت کے خطا سے معصوم ہونے پر متفق ہیں)۔

۳۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر فرمایا:

"الا فیبلغ الشاھد الغائب" (سنو حاضر غائب کو پہنچا دے)

یہ بات تاریخی طور پر بھی ثابت ہے اور اُمتِ مسلمہ کے تمام گروہوں کے ہاں مسلم بھی ہے کہ تبلیغ میں اُمت کا اجماع حجت ہے یعنی جس چیز کو اُمتِ مسلمہ من حیث الجماعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کی طرف نسبت کرے وہ حجت ہے اسی بنا پر قرآنِ پاک جسے اُمتِ مسلمہ نے ہم تک پہنچایا ہے، ہم اسے بلاشبہ اللہ کا کلام سمجھتے ہیں اور وہ احادیث جو بتواتر منقول ہیں انہیں احادیثِ رسول سمجھتے ہیں۔ جس اجماع کے حجت ہونے یا نہ ہونے میں بعض گمراہوں کو کلام ہے اس میں یہ اجماع شامل نہیں ہے۔ یہ اجماع تو بالاتفاق حجت ہے۔ علامہ علاؤ الدین عبدالعزیز بن احمد بخاری انعقادِ اجماع کے امکان پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"لان الاجماع لما کان متصوراً فی الاخبار المستفیضۃ یکون متصوراً فی الاحکام ایضاً" (کشف الاسرار ج ۳ ص ۲۲۷)

(جب اخبارِ مستفیضہ میں اجماع کا تصور ہو سکتا ہے تو احکام میں بھی ہو سکتا ہے)

اس لیے اخبارِ متواترہ (جیسے ختمِ نبوت کی روایات) پر اجماع کے انعقاد اور اس کی حجیت میں کسی کو کلام نہیں ہے۔ امام غزالی "اجماع کا علم کیسے ہوگا؟" کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ثم اذا انحصر اھل الحل والعقد فکما یمکن ان یعلم قول واحد امکن ان یعلم قول الثانی الی العشرۃ والعشرین" (المستصفیٰ ج ۱۔ ص ۱۷۴)

(جب اہلِ حل و عقد کی تعداد محدود ہے تو جس طرح ایک کا قول معلوم ہو سکتا ہے۔ دس بیس کا بھی معلوم ہو سکتا ہے)۔

۴ ــ جیسے کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ دین کے دو حصے ہیں۔ ایک وہ جس کے جاننے میں خاص و عام شریک ہے اور اس کے لیے کسی گہرے علم کی ضرورت نہیں اس پر پوری اُمت کا اجماع ہو تب وہ اجماع حجت ہوتا ہے ورنہ نہیں اور دوسرا وہ جس کا علم صرف خواص کو ہو سکتا ہے اس پر خواص کا اجماع ضروری ہے۔ عوام اس میں خواص کے تابع ہوتے ہیں اور ان کی وہی رائے ہوتی ہے جو خواص کی ہوتی ہے اس میں ان کی اپنی کوئی رائے نہیں ہوتی۔ ان دونوں اجماعوں کی طرف "شھداء علی الناس" کے الفاظ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ سب خاص و عام اس چیز پر گواہ بن سکتے ہیں جس کا انہیں علم ہو اور وہ چیز جس کا علم خواص ہی کو ہو سکتا ہے اس پر خواص ہی کی گواہی کافی ہوگی۔ اور ان دونوں اجماعوں کا حکم بھی الگ الگ ہے۔ پہلے اجماع کا منکر کافر ہے اور دوسرے اجماع کا منکر گمراہ ہے۔ علامہ علاؤ الدین لکھتے ہیں:

"ومنهم من فصل فقال ان كان الحكم المجمع عليه مما يشترك الخاصة العامة فى معرفته مثل اعداد الصلوٰة وركعاتها وفرض الحج والصيام وزمانهما ومثل تحريم الزنا وشرب الخمر والسرقة والربا كفر منكره لانه صار بانكاره جاحداً لما هو من دين الرسول قطعاً فصار كالجاحد لصدق الرسول عليه السلام وان كان مما ينفرد به الخاصة بمعرفته كتحريم تزوج المرأة على عمتها وخالتها وفساد الحج بالوطى قبل الوقوف بعرفة وتوريث الجدة السدس وحجب الام بالجد ومنع توريث القاتل لا يكفر منكره ولكن يحكم بضلاله وخطاءه لان هٰذا الاجماع وان كان قطعيا ايضاً الا ان المنكر متاول حيث جعل المراء من الامة والمؤمنين جميعهم على ما مر والتاويل ما نع من الاكفار كتاويل اهل الاهواء للنصوص القاطعة۔" (جلد ۳ - ص ۲۶۲)

یعنی (اگر مجمع علیہ حکم کی معرفت میں عوام و خواص دونوں شریک ہوں جیسے نمازوں اور ان کی رکعتوں کی تعداد، روزہ کی فرضیت اور ان کے زمانے اور جیسے زنا، شراب نوشی، چوری اور سود کی حرمت، تو اس کا منکر کافر ہوگا اس لیے کہ وہ دینِ رسولؐ کے اس قطعی حکم کے انکار سے صدقِ رسولؐ کے منکر کی طرح ہوگا۔ الخ)

اب ہم (اس تمہیدی اور ضروری گفتگو کے بعد) اس مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث کرتے ہیں۔
اجماع کے مسئلے میں جو اُمور زیرِ بحث آتے ہیں ان میں پہلا مسئلہ اس کی حجیت کا ہے کہ آیا کتاب و سنت کے ہوتے ہوئے یہ حجت ہے؟ دوسرا مسئلہ یہ پیش آتا ہے کہ آیا اس کا انعقاد ممکن ہے؟ تیسرا یہ کہ اس بات کا کیسے یقین کیا جا سکتا ہے کہ فلاں مسئلے پر اجماع ہو گیا ہے؟ چوتھا یہ کہ اجماع کی کتنی اقسام ہیں اور ان تمام اقسام کا ایک ہی حکم ہے یا حکم کے لحاظ سے ان میں فرق ہے؟

حجیت اجماع | شمس الائمہ سرخسی اس پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والآثار فى هٰذا الباب كثيرة تبلغ حد التواتر لان كل واحد منهم اذا روى حديثا فى هذا الباب سمعه جمع ولم ينكر عليه احد من ذالك

الجمع فذالك بمنزلة المتواتر كالانسان اذا رأى القافلة بعد انصرافها من مكة وسمع من كل فريق واحدا يقول حججنا فانه يثبت له علم اليقين بانهم حجوا فى تلك السنة وشئ من المعقول يشهد به فان الله جعل الرسول خاتم النبيين وحكم ببقاء شريعته الىٰ يوم القيمة وانه لا نبى بعده والى ذالك اشار رسول الله صلى الله عليه وسلم فى قوله "لا تزال طائفة من امتى على الحق ظاهرين لا يضرهم من ناواهم" فلا بد من ان تكون شريعته ظاهرة فى الناس الى قيام الساعة وقد انقطع الوحى بوفاته فعرفنا ضرورة ان طريق بقاء شريعته عصمة الله امته من ان يجتمعوا على الضلالة فان فى الاجماع على الضلالة رفع الشريعة وذالك يضاد الموعود من البقاء واذا ثبت عصمة جميع الامة من الاجماع على الضلالة فما هى ما اجمعوا عليه المسموع من رسول الله صلى الله عليه وسلم وذالك موجب للعلم قطعاً فهذا مثله"۔ (اصول سرخسی) ج ۱ (۲۹۹-۳۰۰)

(اس بارے میں روایات حدِ تواتر کو پہنچی ہوئی ہیں اس لیے کہ جب ان میں سے ہر ایک راوی ایک جماعت کے سامنے اپنی روایات بیان کرتا ہے اور اس جماعت کا کوئی فرد اس کا انکار نہیں کرتا تو یہ بمنزلہ تواتر کے ہے جس طرح ایک انسان مکہ سے واپس آنے والے ایک قافلے کو دیکھتا ہے اور اس قافلے کے مختلف گروہوں میں سے ہر گروہ کے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سُنتا ہے کہ ہم نے حج کیا ہے تو اُسے یقین ہو جاتا ہے کہ انہوں نے اس سال حج کیا ہے اور عقل بھی اس کی شہادت دیتی ہے ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو خاتم النبیین بنایا ہے اور آپ کی شریعت کو قیامت تک باقی رکھنے اور آپ کے بعد کسی نبی کے نہ بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے کہ "میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا۔ اور مخالفین کی مخالفت اُسے نقصان نہیں پہنچا سکے گی"۔ اس لیے ضروری ہے کہ آپ کی شریعت قیامت تک لوگوں میں کُھلی ہوئی اور نمایاں ہو۔ آپ کی وفات کے ساتھ وحی منقطع ہو چکی ہے اس لیے یہ بات ہمیں بداہۃً معلوم

ہوتی ہے کہ آپ کی شریعت کی بقا کا ذریعہ یہ بنا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اُمت کو گمراہی پر مجتمع ہونے سے معصوم کر لیا اس لیے کہ گمراہی پر مجتمع ہونا شریعت کے خاتمے کے مترادف ہے اور یہ چیز اس کی بقا کے وعدے کے منافی ہے۔ جب اُمت کے گمراہی پر مجتمع ہونے سے عصمت ثابت ہوگئی تو اس کا کسی غیر مسموع بات پر اجماع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہوئی بات پر اجماع کے مشابہ ہو گیا اور جیسے حضورؐ کی بات واجب العمل ہے اسی طرح یہ اجماع بھی قطعاً واجب العمل ہے)

علامہ سرخسی نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ زیرِ بحث غیر مسموع پر اجماع ہے۔ رہا مسموع پر اجماع تو وہ مسلمہ ہے اور سب کے نزدیک قطعی ہے۔ ختمِ نبوت کے مسئلے پر اجماع، اجماع علی المسموع ہے لہٰذا وہ قطعاً حجت ہے اور اس کی حجیت میں کسی کو اختلاف نہیں۔ ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"ومن انكر كون الاجماع حجة موجبة للعلم فقد ابطل اصل الدين فان مدار اصول الدين ومرجع المسلمين الى اجماعهم فالمنكر لذالك يسعى فى هدم الدين" (اصول۔ج ۱)

(جس نے اجماع کے حجت اور موجب یقین ہونے کا انکار کیا تو اُس نے اصل دین کو باطل ٹھہرا دیا اس لیے کہ دین کی بنیادوں اور مسلمانوں کا مدار و مرجع اجماع ہے اس لیے اس کا منکر دین کو ختم کر دینے کے درپے ہے)۔

ایک مقام پر لکھتے ہیں:

" ذكر هشام عن محمد الفقه اربعة ما فى القرآن وما اشبهه وما جاءت به السنة وما اشبهه وما جاء عن الصحابه وما اشبهه وما رآه المسلمون حسنا وما اشبهه ففى هذا بيان ان ما اجمع عليه الصحابه فهو بمنزلة الثابت بالكتاب والسنة فى كونه مقطوعاً به حتى يكفر جاحده وهذا اقوى ما يكون من الاجماع ففى الصحابه اهل المدينة وعترة رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا خلاف بين من يعتقد

بقولهم ان هذا الاجماع حجة موجبة للعلم قطعاً فيكفر جاحده كما يكفر جاحد ما ثبتة بالكتاب او بخبر متواتر"۔

(ہشام نے امام محمد سے روایت کی کہ فقہ چار چیزیں ہیں جو قرآن میں ہے اور جو اس کے مشابہ ہے۔ جو سنت میں ہے اور جو اس کے مشابہ ہے۔ جو صحابہ سے منقول ہے اور وہ جو اس کے مشابہ ہے۔ جسے مسلمان اچھا سمجھیں اور جو اس کے مشابہ ہو۔)

امام محمد کے اس قول میں یہ بات واضح کی گئی ہے کہ جس چیز پر صحابہ کا اجماع ہو وہ کتاب و سنّت سے ثابت شدہ حکم کی مانند قطعی ہے۔ اس لیے اس کا منکر کافر ہوگا۔ یہ سب سے قوی اجماع ہے اس لیے کہ صحابہ میں اہلِ مدینہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی "عترت" بھی شامل ہے جو لوگ ان کے قول پر اعتقاد رکھتے ہیں۔ ان کے درمیان اس اجماع کے حجت اور موجب یقین ہونے میں اختلاف نہیں ہے اس کا منکر کافر قرار پائے گا جس طرح کتاب اور خبر متواترہ کا منکر کافر ہوتا ہے۔ (اصول ج ۱ ص ۳۱۶)

امام فخرالدین رازی لکھتے ہیں:

"احتج جمهور الاصحاب وجمهور المعتزلة بهذه الاية على ان اجماع الامة حجة فقال قد اخبر الله تعالى عن هذه الامة وعن خيريتهم فلو اقدموا على شيئ من المحظورات لما اتصفوا بالخيرية واذا ثبت انهم لا يقدمون على شيئ من المحظورات وجب ان يكون قولهم حجة"۔

(تفسیر کبیر جلد ۳-۴ ص ۹۸)

(جمہور اہل سنّت جمہور معتزلہ نے اس آیت سے اجماع کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے اس طرح سے کہ اللہ تعالیٰ نے اس اُمت کے "خیر" ہونے کی خبر دی ہے اور امت ممنوعات کے ارتکاب پر قائم رہتے ہوئے خیر ہونے کے ساتھ موصوف نہیں ہوسکتی جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ کسی ممنوع کے ارتکاب کا اقدام نہیں کرے گی تو اس کے قول کا حجت ہونا ثابت ہو گیا۔)

(اسی عبارت سے یہ شبہ نہیں پڑنا چاہیے کہ اجماع جمہور اہل سنّت کے ہاں حجّت ہے تمام کے ہاں نہیں۔ اس لیے کہ یہاں بحث استدلال سے ہے۔ اور اس میں بحث ہوسکتی ہے کہ اس آیت سے اجماع کی حجیت

ثابت ہوتی ہے کہ نہیں۔ جمہور اہل سنت کے نزدیک اس آیت سے اجماع کی حجیت ثابت ہوتی ہے)۔

ادلّہ اجماع کی بحث کرتے ہوئے علامہ شاطبی الموافقات میں فرماتے ہیں کہ ان دلائل کو الگ الگ لیا جائے تو اس میں کلام کی گنجائش ہے۔ لیکن تمام کو مجموعی طور پر لیا جائے تو اجماع کی قطعیت پر دلالت کرتے ہیں۔ بلکہ فرماتے ہیں کہ اس طرح تو قرآنِ پاک سے نماز، روزے، حج، زکوٰۃ کی قطعی فرضیت بھی ثابت نہیں کی جا سکتی جب تک اس کے ساتھ دوسرے دلائل، قرائن اور اجماع کو شامل نہ کیا جائے۔

"ومن هذا الطريق ثبت وجوب قواعد الخمس كالصلوٰة والزكوٰة وغيرها قطعاً والا فلو استدل مستدل على وجوب الصلوٰة بقوله اقيموا الصلوٰة او ما اشبه ذالك لكان في الاستدلال بمجرده نظر من اوجه لكن حف بذالك من الادلة الخارجية والاحكام المترتبة ما صار به فرض الصلوٰة ضروريا في الدين لايشك فيه الا الشاك في اصل الدين ومن هنا اعتقد الناس في الدلالة على وجوب مثل هذا على دلالة الاجماع لانه قطعي وقاطع للشغب واذا تأملت كون الاجماع حجة او خبر الواحد او القياس فهو راجع الى هذا المساق لان ادلتها ماخوذة من مواضع تكاد تفوت الحصر"

(الموافقات۔ ج ۱ص ۳۷)

اصول بزدوی کے شارح علامہ علاء الدین لکھتے ہیں:

"وقال النبي صلى الله عليه وسلم (لا تجتمع امتي على الضلالة) هذا من الحجج المتعلقة بالسنة في اثبات كون الاجماع حجة وهي ادل على الغرض من نصوص الكتاب وان كانت دونها من جهة التواتر وتقرير هذا الدليل ان الروايات تظاهرت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بعصمة هذه الامة عن الخطأ بالفاظ مختلفة على لسان الثقات من الصحابة كعمر وابنه وابن مسعود وابي سعيد الخدري وانس بن مالك وابي هريرة وحذيفة بن اليمان وغيرهم رضي الله عنهم مع اتفاق المعنى كقوله عليه السلام لا تجتمع امتي على الخطا، لم يكن يجمع امتي على الضلالة۔ وروي ولا على

خطا - وعلیکم بالسواد الاعظم - ید اللہ علی الجماعۃ ولا یبالی بشذوذ من شذ - من خرج عن الجماعۃ قید شبر فقد خلع ربقۃ الاسلام عن عنقہ - ومن خرج من الطاعۃ وفارق الجماعۃ مات میتۃ جاھلیۃ - لا یزال طائفۃ من امتی علی الحق حتی یاتی امر اللہ - ثلث لا یغل علیھن قلب المؤمن اخلاص العمل للہ والنصح لائمۃ المسلمین ولزوم الجماعۃ فان دعوتھم تحیط من ورائھم - من سرہ بحبوحۃ الجنۃ فلیلزم الجماعۃ فان الشیطان مع الواحد وھو من الاثنین ابعد - لن یزال طائفۃ من امتی علی الحق لا یضرھم من ناواھم حتی یاتی امر اللہ - الی غیر ذالک من الاحادیث التی لا تحصی کثرۃ ولم تزل کانت ظاھرۃ مشھورۃ بین الصحابۃ والتابعین الی یومنا ھذا لم یدفعہ احد من اھل النقل من سلف الامۃ وخلفھا من موافقی الجماعۃ ومخالفیھا ولم تزل الامۃ تحتج بہ فی اصول الدین وفروعہ" (کشف الاسرار ج ۳ ص ۲۸۵)

(یہ سنت کے اُن دلائل میں سے ہے جو اجماع کے حجت ہونے کے مثبت ہیں - یہ اس مقصد پر نصوص کتاب سے زیادہ وضاحت سے دلالت کرتے ہیں - اگرچہ ان کا تواتر، قرآنی تواتر سے کم تر ہے - اس دلیل کی وضاحت یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات اس امت کی عصمت عن الخطا پر متفق ہیں - ان روایات میں کچھ لفظی اختلاف تو ہے لیکن ان کے راوی ثقہ ہیں اور جلیل القدر ہیں جیسے عمر، ابن عمر، ابن مسعود، ابوسعید خدری، انس بن مالک ابوہریرہ اور حذیفہ بن یمان وغیرہ -

لیکن مضمون ایک ہے جیسے میری اُمت خطا پر جمع نہیں ہوگی، ایسا نہیں ہو سکتا کہ میری اُمت گمراہی پر جمع ہو - یہ بھی روایت کیا گیا ہے کہ " اور نہ غلطی پر " اور تم سوادِ اعظم کی پیروی کرو - اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے اور اس سے الگ ہونے والے کی علیحدگی کی اسے کوئی پروا نہیں - جو جماعت سے ایک بالشت برابر جدا ہوا تو اُس نے اپنی گردن سے اسلام کا پٹہ اُتار دیا - جو طاعت سے نکلا اور جماعت سے الگ ہوا بالشت برابر تو وہ جاہلیت کی موت مرا - میری اُمت ہمیشہ حق پر رہے گی - یہاں تک کہ اللہ کا فیصلہ آ جائے - تین چیزیں ایسی ہیں

کہ مومن کا دل ان سے خیانت نہیں کرتا - اللہ کے لیے عمل کو خالص کرنا - مسلمان حکمرانوں کی خیر خواہی اور جماعت کے ساتھ منسلک رہنا - اس لیے کہ ان کی دعا انہیں احاطہ کیے ہوتے ہوتی ہے - جس شخص کو اس بات سے خوشی ہو کہ جنت کے وسط میں اس کا ٹھکانا ہو تو وہ جماعت سے منسلک رہے اس لیے کہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے بہت دور ہوتا ہے - میری اُمت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر رہے گا - اُسے مخالفین کی مخالفت نقصان نہیں پہنچائے گی یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے - ان کے علاوہ اور احادیث جن کا شمار ممکن نہیں - یہ ہمیشہ سے ظاہر اور مشہور رہی ہیں - صحابہ، تابعین کے دور سے لے کر آج تک سلف و خلف میں سے ناقلین روایات چاہے جماعت کے موافق ہوں یا مخالف کسی نے انہیں مسترد نہیں کیا اور اُمت ہمیشہ سے اُصول و فروعِ دین میں اُن سے احتجاج کرتی رہی ہے)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں:

" تظاهرت الرواية عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بالفاظ مختلفة مع اتفاق المعنى فى عصمة هذه الامة عن الخطاء واشتهر على لسان المرموقين والثقات من الصحابه .... وغيرهم ممن يطول ذكره-

(المستصفیٰ ۱ ص ۱۷۵)

علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلے پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے - فرماتے ہیں:

" اما اجماع الامة فهو فى نفسه حق لا تجتمع الامة على ضلالة"

(فتاوی ج ۱۹ - ص ۱۷۶)

(اجماع امت فی نفسہ حق ہے اُمت گمراہی پر مجتمع نہیں ہوسکتی -)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

" واما اجماع الامة فهو حق لا تجتمع الامة " ولله الحمد" على ضلالة كما وصفها الله فى الكتاب والسنة فقال كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله - وهذا وصف لهم بانهم يامرون بكل معروف وينهون عن كل منكر كما وصف

نبیهم بذالک فی قوله الذی یجدونه مکتوباً عندهم فی التوراة والانجیل"۔ فلو قامت الامة فی الدین بما هو ضلال لکانت لم تامر بالمعروف فی ذالک ولم تنه عن المنکر فیه وقال الله تعالیٰ وکذالک جعلنٰکم امة وسطاً۔ والوسط العدل الخیار وقد جعلهم شهداء علی الناس واقام شهادتهم مقام شهادة الرسول۔ وقد ثبت فی الصحیح ان النبی صلی الله علیه وسلم مر بجنازة فاثنوا علیه خیراً فقال" وجبت وجبت" ثم مر علیه بجنازة فاثنوا علیه شراً فقال" وجبت وجبت" قالوا یا رسول الله ما قولک وجبت وجبت قال هذه الجنازة اثنیتم علیه خیراً فقلت وجبت لها الجنة وهذه الجنازة اثنیتم علیه شراً فقلت وجبت لها النار انتم شهداء الله فی الارض فاذا کان الرب قد جعلهم شهداء لم یشهدوا بباطل فاذا شهدوا ان الله امر بشئ فقد امر به واذا شهدوا ان الله نهی عن شئ فقد نهی عنه ولو کانوا یشهدون بباطل او خطأ لم یکونون شهداء الله فی الارض بل زکاهم الله فی شهادتهم کما زکی الانبیاء فیما یبلغون عنه انهم لا یقولون علیه الا الحق و کذالک الامة لا تشهد علی الله الا بحق"۔ (فتاویٰ ج ۱۹۔ ص ۱۷۶-۱۷۷)

(اجماعِ امت حق ہے اس لیے کہ اللہ کے فضل سے اُمت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس کی یہ شان بیان کی ہے اور سنّت میں بھی اس کی یہی صفت بیان کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اب تم وہ بہترین اُمت ہو جسے لوگوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے تم معروف کا حکم دیتے ہو اور منکر سے روکتے ہو، اور اللہ پر ایمان لاتے ہو"۔ اس آیت میں ان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ وہ ہر معروف کا حکم دیتے ہیں اور ہر منکر سے روکتے ہیں۔ جیسے کہ ان کے نبی کی بھی یہی صفت بیان کی گئی ہے۔ اب اگر اُمت دین میں کسی ایسی بات کو اختیار کرے جو گمراہی ہو تو لازم آئے گا کہ اس نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کیا (اس لیے کہ اس نے معروف کی بجائے منکر کو اختیار کر لیا) پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا" اور اسی طرح ہم نے تم مسلمانوں کو اُمتِ وسط بنایا" اور ان کی شہادت کو رسول کی شہادت کا قائم مقام قرار دیا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس سے ایک جنازہ لے کر گذرے۔ لوگوں نے اس کی تعریف کی تو آپ نے فرمایا " واجب ہوگئی واجب ہوگئی "۔ پھر لوگ ایک دوسرا جنازہ لے کر گذرے لوگوں نے اس کی برائی بیان کی تو آپ نے فرمایا " لازم ہوگئی لازم ہوگئی "۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم " وجبت وجبت " کا کیا معنی ہے تو آپ نے فرمایا ایک جنازہ کی تم نے تعریف کی تو میں نے کہا اس پر جنت واجب ہوگئی۔ دوسرے کی تم نے برائی بیان کی تو میں نے کہا اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔ پس جب رب کریم نے انہیں گواہ قرار دیا ہے تو وہ باطل کی گواہی نہیں دیں گے۔ جب وہ گواہی دیں کہ اللہ نے یوں فرمایا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے فی الواقع ایسا ہی فرمایا اور جب یہ گواہی دیں کہ اللہ نے روکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ فی الواقع اللہ تعالیٰ نے روکا ہے۔ اگر وہ باطل کی گواہی یا غلط شہادت دیں تو پھر وہ زمین میں اللہ کے گواہ نہیں ہوسکتے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی گواہی کا اس طرح تزکیہ کیا ہے جس طرح اُس نے اپنے انبیاء کا فریضہ تبلیغ کی ادائیگی میں تزکیہ کیا ہے کہ وہ اللہ کی طرف صرف سچ اور حق کی نسبت کریں گے۔ اسی طرح اُمت بھی اللہ کے متعلق نہیں کہے گی مگر وہ بات جو حق اور سچ ہو۔"

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

وکان عمر بن عبد العزیز یقول بکلمات کان مالک یأثرها عنه کثیراً قال " سن رسول الله صلی الله علیه وسلم وولاة الامر من بعده سنناً الاخذ بها تصدیق لکتاب الله واستعمال لطاعة الله ومعونة علی دین الله لیس لاحد تغییرها ولا النظر فی رای من خالفها فمن خالفها واتبع غیر سبیل المومنین ولاه الله ما تولی واصلاه جهنم وساءت مصیراً۔ (جلد ۱۹ ، ص ۱۷۸)

(عمر بن عبدالعزیزؒ یہ کلمات کہا کرتے تھے جنہیں اکثر امام مالک نقل کرتے تھے۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد ذمہ داران دین نے کچھ چیزوں کو رواج دیا انہیں اپنانا اللہ کی کتاب کی تصدیق کرنا ہے۔ اللہ کی طاعت اختیار کرنا اور اللہ کے دین کی

اندا ذکرنا ہے۔ کسی کو ان میں تبدیلی کا اختیار نہیں ہے، نہ ہی اس کے مخالفین کی رائے پر غور وفکر کرنے کا اختیار ہے۔ جس نے ان کی مخالفت کی اور مومنین کی راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ کی پیروی کی اللہ اسے ادھر پھیر دے گا۔ جس طرف وہ پھرا۔ اور اسے جہنم میں داخل کرے گا۔ جو بد ترین جگہ ہے)۔

لکھتے ہیں کہ:

"امام شافعیؒ نے جب اصول فقہ میں کتاب لکھی تو انہوں نے دوسرے لوگوں کی طرح اجماعِ اُمّت پر اس آیت سے استدلال کیا اور امام مالکؒ نے عمر بن عبدالعزیز سے ان کلمات کو نقل کیا ہے"۔ (۱۹ ـ ۱۷۸)

بنی الامام الشافعی مذہبہ علی الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس

"امام شافعی نے اپنے مسلک کی بنیاد کتاب وسنت، اجماع اور قیاس پر رکھی" (مقدمہ کتاب الامہ)

محب اللہ بہاری تحریر فرماتے ہیں۔

"الاجماع حجۃ قطعاً ویفید العلم"۔

(اجماع امت حجت قطعیہ ہے، اور مفید لیقین ہے)۔

علامہ عبدالعلی محمد بن نظام الدین انصاری اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"عند الجمیع من اھل القبلۃ ولا یعتد بشر ذمۃ من الحمقی الخوارج والشیعۃ لانھم حادثون بعد الاتفاق یشککون فی ضروریات الدین مثل السوفسطائیۃ فی الضروریات العقلیۃ" (جلد ۲ ـ ۲۱۳)

(تمام اہل قبلہ کا یہی مسلک ہے خوارج اور شیعہ کے چھوٹے سے احمق گروہ کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں اس لیے کہ یہ اس مسئلے پر اتفاق کے بعد پیدا ہوئے ہیں اور بدیہیات دین میں اسی طرح شکوک وشبہات پیدا کرتے ہیں جس طرح سوفسطائیہ عقلی چیزوں میں شکوک پیدا کرتے ہیں)۔

(باقی)